www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

حافظ صلاح الدین یوسف

"طلوع اسلام" کا اشتراکی نظریہ،

زکواۃ کا انکار؟

حدیث سے انحراف اور قرآن میں تحریف!

مسٹر غلام احمد صاحب پرویز کے نظریات کا پرچارک ماہنامہ "طلوع اسلام" جس کا مشن ہی اسلامی مسلمات کا انکار اور ان کی دوراز کار رکیک تاویلات ہے۔ آئے دن قرآن و حدیث کے خلاف عجیب عجیب شوشے چھوڑتا اور علمائے اسلام کے خلاف جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا رہتا ہے۔ علماء اس کو منہ اس لئے نہیں لگاتے کہ جہاں تک اس ٹولے کے نظریات کا تعلق ہے اس کی حد تک وہ مدلل تغلیط و تردید کرکے ان پر اتمام حجت کرچکے ہیں، اب وہ کہاں تک اس ٹولے کا تعاقب کریں جب کہ وہ بار بار انہی باتوں کی جگالی کر رہا ہے۔ جس کا وہ پوسٹ مارٹم متعدد مرتبہ کرچکے ہیں۔

جن مسلمات کا یہ ٹولہ انکار کرتا ہے، ان میں ایک زکواۃ بھی ہے جو اسلام کی ایک مسلمہ عبادت اور اس کے ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہے اور ستم یہ ہے کہ اس متواتر عبادت کا انکار بھی "زکوۃ کا قرآنی مفہوم" کے خوشنما عنوان سے کیا گیا ہے حدیث کے ماخذ اسلام اور حجت شرعیہ تسلیم کرنے سے انکار کے پس پردہ اصل چیز اس ٹولے کے نزدیک ہے ہی یہ کہ اس کے بعد قرآن کے جس حکم، قانون اور ہدایت کو جو معنی بھی پہنا دیئے جائیں اور اس کی کیسی ہی دوراز کار رکیک تاویل کرلی جائے، اس کی کچھ گنجائش نکل آئے۔ کیونکہ قرآن کے ساتھ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حسب ارشاد الٰہی ــــــ

أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے رکھا جائے تو پھر من مانی کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ حدیث شریف کی رو سے تو "صلوۃ" نماز کا مفہوم بھی متعین ہے اور زکوۃ کی صورت بھی مقرر، جس کی پشت پر امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ عملی تواتر بھی موجود ہے۔ ان کا انکار کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ اس کے بعد اسلام کو مسخ کرنے کا رستہ ان کے لئے کھل گیا۔

اب پرویزی قرآنی مفہوم کی رو سے نہ نماز کا مطلب وہ ہے جس پر چودہ سو سال سے مسلمان عمل کرتے آرہے ہیں اور نہ زکوۃ کا وہ مطلب ہے جو مسلمان انفاق مال کی ایک متعین صورت سمجھتے آئے ہیں۔ اسی طرح دیگر عقائد اسلامیہ اور مسلمات (جیسے جنت، دوزخ، ملائکہ اور معراج جسمانی وغیرہ) کا حال ہے۔ ان کے نزدیک ان کی وہ صورتیں غلط ہیں، جن پر مسلمان چودہ سو سال سے ایمان رکھتے اور ان پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں اور نام ان سب خلاف عقائد اسلامیہ سرگرمیوں کا "طلوع اسلام" ہے۔ سبحان اللہ گویا ع۔ برعکس نہند نام زنگی کافور والا معاملہ ہے۔ بہر حال بیان ہم یہ کر رہے تھے کہ ماہ مئی (۱۹۷۹ء) کے طلوع اسلام میں زکوۃ کا قرآنی مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ

" زکوۃ عربی زبان میں نشوونما کو کہتے ہیں لہذا ایتائے زکوۃ کے معنی ہوں گے سامان نشوونما مہیا کرنا اور یہ اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی نشوونما کا سامان فراہم کرے اور یہ سامان نشوونما صرف روٹی، کپڑا، مکان، ہی کو شامل نہیں بلکہ اس میں وہ تمام اسباب و ذرائع شامل ہیں جن سے انسانی صلاحیتوں کی نشوونما (DEVLOPMENT) ہوتی ہے"۔

قرآن کی آیت

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ (الحج)

کا بھی مفہوم یہی ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ جب ان کی حکومت قائم ہوگی تو یہ لوگوں سے زکوۃ لیں گے۔ کہا یہ گیا ہے کہ وہ زکوۃ دیں گے۔ (افراد معاشرہ کی نشوونما کا سامان فراہم کریں گے) ملخص

زکوۃ کا یہ خانہ ساز مفہوم جو چودھویں صدی کے غلام احمد صاحب پرویز کی ذہنی اپج کا شاہکار ہے، ظاہر ہے اس مفہوم سے "قطعاً" مختلف ہے جو قرآن کے شارح اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور امت کو سمجھایا، اس کی رو سے آپ نے اس کا نصاب، اس کی شرح اور اس کا وقت (ایک سال گزرنے کے بعد) بھی بتلایا۔ تمام صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعینؒ، فقہاءؒ و محدثینؒ نے اس کے مطابق عمل کیا اور اس وقت سے اب تک پوری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت مسلمہ ایتائے زکوۃ پر عمل کر رہی ہے۔ اب جب یہ کہا جائے گا کہ زکوۃ کا تو یہ مطلب ہی نہیں ہے کہ مال جمع ہو ' اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے ڈھائی فیصد سال نکال دو بلکہ قرآن نے تو اس کا مطلب کچھ اور نکالا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ان کے لئے ایک تو ان تمام احادیث کا انکار کرنا پڑے گا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کا نصاب اس کی شرح اس کا وقت اور دیگر تفصیلات بیان فرمائی ہیں دوسرے ذاتی ملکیت کی نفی کرنی پڑے گی کیونکہ طلوع اسلام مفہوم کی رو سے افراد معاشرہ کے ایک ایک چیز کی ذمہ دار حکومت ہے۔ خود کسی فرد کو فاضل دولت اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

تیسرے ملکیت زمین کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ملکیت زمین کی صورت میں عشر نکالنے کا مسئلہ پیدا ہو گا۔

چنانچہ "طلوع اسلام" کے اداریہ نویس نے پوری جرات سے اپنے مذکورہ اداریئے میں ان تمام چیزوں کا انکار کیا ہے۔ احادیث کو رد کرنے کے لئے تو ان حضرات کو یہ آسان سا صدری نسخہ مل گیا ہے کہ جس حدیث کو نہ ماننا ہو بغیر کسی ادنیٰ تامل کے کہہ دیا جائے کہ یہ حدیث وضعی (من گھڑت) ہے۔ یہاں بھی یہی پیٹنٹ فارمولا استعمال کرکے ایسی تمام احادیث کو وضعی قرار دے دیا گیا ہے جن میں جمع شدہ مال پر زکواۃ نکالنے کا حکم ہے۔

بنا بریں ذاتی ملکیت اور زمین کی ملکیت کی نفی کے لئے قرآن کی متعدد آیات میں معنوی تحریف کی گئی ہے مثلاً"

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ (النجم)

"انسان کو وہی ملے گا جو اس کی سعی ہے اور اس کی سعی ضرور دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو بدلہ ملنا ہے اس کا پورا بدلہ۔ یہ آیت آخرت کے متعلق ہے کہ وہاں انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا ہو گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ کسی کا بوجھ دوسرے پر ڈالا جائے۔ نیز ہر ایک کی سعی و کوشش اس کے سامنے رکھ دی جائے گی اور اس کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

طلوع اسلام نے آیت وَاَن لیس لِلا نسان اِلاّ ما سعی (الایاتِ) کو معاشیات سے متعلق کرکے یہ اشتراکی نظریہ کشید کیا ہے کہ انسان صرف اسی کا حق دار ہے جس کے لئے وہ محنت کرے۔ یعنی اس نظام میں ہر فرد کاسب ہو گا محنت کش ہو گا کرم کرے گا۔ (مئی ۱۹۷۹ء صفحہ ۴) یہ وہی خالص کمیونسٹ اصول ہے جس کی رو سے کوئی شخص اپنی محنت کی کمائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(EARNED INCOME) کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اگر اس آیت کا یہی مطلب ہو جیسا کہ اداریہ نویس نے لیا ہے۔ تو احادیث کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے (کہ یہ اس کی حجیت ہی کے منکر ہیں) خود قرآن کے کئی احکام سے یہ آیت ٹکرائے گی۔ جیسے وراثت کا حکم ہے جس کی تفصیلات قرآن میں بھی ہیں کہ ایک شخص کے ترکے میں سے بہت سے افراد حصہ پاتے ہیں اور وہ اپنے حصے کے جائز مالک قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ یہ میراث ان کی اپنی محنت کی کمائی نہیں ہوتی۔ حتی کہ ایک شیر خوار بچہ بھی میراث کے مال کا مالک قرار پاتا ہے جب کہ اس کی محنت کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح زکوۃ و صدقات کے احکام ہیں جن کی رو سے ایک آدمی کا مال دوسروں کو محض ان کے شرعی و اخلاقی استحقاق کی بنا پر ملتا ہے اور وہ بھی اس کے جائز مالک سمجھے جاتے ہیں (بلکہ کئی علماء زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک کو شرط قرار دیتے ہیں) حالانکہ اس مال کے پیدا کرنے میں ان کی محنت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اس لئے آیت کا ایسا مفہوم جو قرآن ہی کے دیگر احکام اور قوانین سے ٹکرائے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور یوں ذاتی و زمینی ملکیت کی نفی کا اثبات خود قرآن کے متعدد احکام کی نفی کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے تو علماء کہتے ہیں کہ حدیث کا انکار قرآن کے انکار کو مستلزم ہے اور حجیت حدیث کا منکر ٹولہ قرآن کا بھی منکر ہے۔ یہی حال دیگر آیات کا ہے جن سے دجل و تحریف کرکے اداریئے میں کام لیا گیا ہے۔ سب کا جائزہ لیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ مذکور آیات کی وضاحت سے ہی اداریہ نگار کے مبلغ علم انداز استدلال اور قرآنی تحریف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مقصد اس کی اس ساری کاوش کا یہ ہے کہ نظام زکوۃ کے اس مفہوم سے انکار کر دیا جائے جس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں آج تک مسلمان عامل چلے آرہے ہیں اس لئے کہ اس مفہوم سے بہرحال ذاتی ملکیت ہی کا اثبات ہوتا ہے جسے اشتراکیت گوارا نہیں کرتی۔ اور مفکر قرآن ہیں کہ قرآنی نظام ربوبیت کے عنوان سے اشتراکیت کو اسلامی معاشرے میں نافذ کرانے کے درپے ہیں۔ اس لئے بیچارے مجبور ہیں کہ احادیث صحیحہ کا انکار کیا جائے، تعامل و تواتر امت کو نظر انداز کیا جائے۔ اس سے بھی کام بنتا نظر نہ آئے تو آیات میں معنوی تحریف کرکے مطلب برآوری کرلی جائے۔ اقبال مرحوم نے ایسے ہی "مفکرین" کے لئے مختلف موقعوں پر کہا تھا۔

ع: خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق
احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر تاویل سے قرآن کو بنا سکتے پاژند
قرآن کو بازیچہ اطفال بنا کر چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل پرویزی ٹولے کی تکنیک یہ ہے کہ جب بھی قرآن و حدیث پر مبنی فقہ اسلامی کے نفاذ کی بات ملک میں آتی ہیں، اسی وقت مسلمانوں کے باہمی علمی اور عملی ذیلی اختلافات کو ہوا بنا کر ڈھنڈورا پیٹنا شروع کردیتے اور مغالطوں کا انبار لگادیتے ہیں اور سادہ لوحوں کو متاثر کرنے کے لئے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی (غلط یا صحیح) آڑ لیتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ مرحوم اپنی ساری خوبیوں کے باوجود قرآن فہمی کے لئے کوئی اتھارٹی ہیں نہ اسلام کے لئے۔ وہ خود بھی فہم اسلام کے لئے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے ماہر علماء کی طرف ہی رجوع فرماتے تھے۔

ہم پرویز بٹالوی اور ان کے ہم نواؤں کو یقین دلاتے ہیں کہ جمہور مسلمان ان کے افکار عالیہ کو انشاء اللہ کبھی ہضم نہ کرسکیں گے جیسا کہ ان کے ہم نام و ہم وطن غلام احمد قادیانی (متصل بٹالہ) کے "الہامات عالیہ" کو اس کے ہزار جتنوں کے باوجود ہضم نہیں کرپائے۔

"نور حدیث" ہے کفر، کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پیٹ کا مسئلہ

واقعہ یہ ہے کہ اشتراکی کوچہ گردوں (جس میں طلوع اسلام بھی شامل ہے) کی کاوشوں کی ساری تان پیٹ پر آکر ٹوٹتی ہے۔ جس طرح بھٹو نے روٹی، کپڑا، مکان کا نعرہ لگایا تھا اسی طرح "طلوع اسلام" کے نزدیک بھی سب سے زیادہ اہم مسئلہ معاش ہی کا ہے۔ زکوۃ کے مفہوم میں تبدیلی کے پیچھے کار فرما بھی دراصل اس کا یہی ذہن ہے۔

روزگار (معاش) کا مسئلہ بلاشبہ اپنی جگہ اہم ہے۔ اسلام اس سے ہرگز صرف نظر نہیں کرتا۔ تاہم اسلام میں اس کی وہ حیثیت بھی نہیں جو حیثیت آج کل اسے معلوم وجوہ کی بنا پر دے دی گئی ہے۔ مادی و اشتراکی ذہن نے پیٹ کے مسئلہ کو ہی سب کچھ بنادیا ہے اور اسی بنیاد پر پورے نظام زندگی کا نفاذ کرتا ہے۔ جب کہ اسلام کے نزدیک یہ مسائل حیات کا ایک جز ہے۔ کل مسئلہ حیات نہیں وہ اسے مجرد معاشی نقطۂ نظر سے حل نہیں کرتا بلکہ وہ ایمان و اخلاق کے حوالے سے اس کی درستگی کا قائل ہے اس لئے اسلام کی نظر میں سرفہرست مسئلہ معاش نہیں، ایمان و اخلاق کی پختگی و درستگی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ افراد معاشرہ اگر ایمان سے بہرہ ور اور اخلاقی اوصاف سے متصف ہوں گے تو وہاں مسئلہ معاش از خود آسان اور فطری طریقے سے حل ہو جائے گا۔ اگر افراد معاشرہ ایمان و اخلاق سے بے بہرہ ہوں گے تو وہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز روٹی، کپڑا، مکان کے نعرہ سے نہیں کیا۔ حالانکہ امیر و غریب میں تفاوت اور معاشی ناہمواری اس دور میں بھی بدترین شکل میں موجود تھی۔ بلکہ آپؐ نے اپنی دعوت کا آغاز شرک کی واشگاف تردید اور توحید الوہیت کی تبلیغ سے کیا۔ عقیدے کی پختگی اور درستگی کے بعد آپؐ نے تزکیۂ نفس اور تطہیر اخلاق پر زور دیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ عقیدہ و اخلاق کی درستگی نے پیٹ کے مسئلے کو پیدا ہی نہیں ہونے دیا از خود اس کے حل کی راہیں نکل آئیں بنا بریں آج بھی ہمارے معاشرہ کا سب سے اہم مسئلہ روزگار کا مسئلہ نہیں، جس طرح کہ "طلوع اسلام" اور دیگر اشتراکی اور آج کل کے اکثر سیاسی لیڈروں کا خیال ہے۔ بلکہ اصل ضرورت ایمان و اخلاق کے درست کرنے کی ہے اور اسی پر معاش کی درستگی کا انحصار ہے۔ ایمان و اخلاق کی تصحیح کے بغیر مجرد معاشی اصلاح کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا (سوشلزم کے باوا آدم "سوویت یونین" کی شکست و ریخت سے بھی یہ بات واضح ہوگئی ہے)

آیت "قُلِ الْعَفْوَ" سے غلط استدلال

مسئلہ شکم ہی کو سب کچھ سمجھنے والے سب قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں

وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ (البقرہ)

"لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ انہیں کہہ دیں جو زائد از ضرورت ہے"

وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کی طرح اس آیت سے بھی چونکہ عام طور پر غلط استدلال کیا جاتا ہے "طلوع اسلام" نے بھی اپنے مخصوص نظریات کی تائید میں اسے پیش کیا ہے اس لئے اس کا وہ مفہوم سمجھ لینا چاہیے جو مفسرین امت نے سمجھا اور بیان کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں مفسرین کے درمیان گو قدرے اختلاف ہے تاہم مآل سب کا ایک ہے۔ دوسرے کسی مفسر نے اس آیت سے وہ مطلب اخذ نہیں کیا جو آج کل کے اشتراکی ذہن کے لوگ عام طور پر خام مطالعہ یا مخصوص مقاصد و نظریات کے تحت لیتے ہیں۔

اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب کہ نصاب زکوۃ کی تعین نہیں ہوئی تھی اس وقت یہ حکم دیا گیا تھا جو بعد میں نصاب زکوۃ کے تعین کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ منسوخ ہوگیا۔

بعض کا خیال ہے کہ آیت مُجمل ہے جس کی تفسیر و توضیح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاب زکوۃ بیان کرکے فرما دی اس طرح یہ آیت نہ منسوخ ہے نہ اس کا تعلق خارج از زکوۃ سے ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک سرے سے اس کا تعلق زکوۃ سے ہے ہی نہیں۔ صدقات نافلہ سے اس کا تعلق ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ زائد از ضرورت مال میں سے جتنا باسانی خرچ کرسکتا ہو۔ اسے انسانیت کی فلاح و بہبود پر صرف کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

ان میں سے جو مطلب بھی لیا جائے یہ بہرحال واضح ہے کہ اس سے وہ مفہوم کسی طرح بھی اخذ نہیں کیا جاسکتا جو آج کل اس سے کشید کرکے ذاتی ملکیت ہی کی نفی کے لئے اسے استعمال کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں پوری امت کا تعامل بھی اس آیت سے وہ مفہوم اخذ کرنے میں مانع ہے جو "طلوع اسلام" سمیت اشتراکی ذہن کے لوگ کر رہے ہیں یا جیسے بعض حضرات نے شاعرانہ رنگ میں کیا ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی تعین بھی کیوں کر ہوگی؟ ہر شخص کی ضرورت دوسرے شخص کی ضرورت سے مختلف ہے پھر زائد از ضرورت کا ایک متعین اور قابل عمل مفہوم کیا ہوگا؟

شرح نصاب میں تبدیلی کا مسئلہ

آخر میں "طلوع اسلام" کے اداریہ نویس نے بعض حضرات کے نامکمل اقتباسات پیش کرکے یہ تاثر دیا ہے کہ یہ حضرات بھی جو نصاب زکواۃ کے قائل ہیں موجودہ حالات میں اس شرح زکوۃ پر مطمئن نہیں جو چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی اور وہ اس میں حالات کے مطابق تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ گویا وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ہم تو زکواۃ کے اس مفہوم کے پہلے ہی قائل نہیں ہیں جس پر چودہ سو سال سے امت مسلمہ عمل کرتی آرہی ہے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے) تاہم جو حضرات احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بنا پر زکوۃ اور اس کے نصاب کے قائل ہیں وہ بھی اب اس میں تبدیلی چاہتے ہیں۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ امتِ مسلمہ اس امر پر متفق ہے کہ منصوص احکام میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن ہی کی طرح احادیث صحیحہ بھی اجماعاً حجت شرعیہ ہیں۔ بنا بریں قرآنی احکام کی طرح وہ احکام بھی غیر متبدل ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ زکوۃ کا وجود نص قرآنی سے ثابت ہے اور اس کا نصاب اور دیگر تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے۔لہذا کسی مسلمان کے لئے نہ زکوۃ کا انکار ممکن ہے نہ اس کے نصاب سے تغافل و اعراض کی کوئی گنجائش۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ چودہ سو سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ۔ کیا چودہ سو سال کے اس طویل عرصے میں انقلابات نہیں آئے؟ حالات و ظروف میں تبدیلیاں نہیں ہوئیں؟ اور نت نئے تقاضوں نے سر نہیں ابھارا؟ اگر منصوص احکام مین تبدیلی کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو کیا آج تک اسلام کا ہر حکم بدل نہ چکا ہوتا؟ یا اب اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو کیا پورے اسلام کا تیا پانچہ ہو کر نہیں رہ جائے گا؟ اسلام اپنی اصل حالت میں اب تک موجود صرف اسی لئے ہے کہ ایک طرف اس کے منصوص احکام غیر متبدل ہیں۔ دوسری طرف اس میں اتنی جامعیت ہے کہ منصوص احکام میں تبدیلی کئے بغیر وہ ہر دور کے تقاضوں سے عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ نصوص قرآن و حدیث کی یہی وہ ہمہ گیر وسعت ہے جو اس کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے احکام میں تشکیک پیدا کرنے والے اس میں قطع و برید کا مشورہ دینے والے اسلام کے خیر خواہ نہیں اس کے دشمن ہیں۔ وہ اس کے روئے آب دار کو مسخ کرنا چاہتے ہیں اور اس کی جامعیت و ہمہ گیریت کو ختم کرکے درحقیقت اس کو اپنے نفسانی تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔

زکوۃ شرعاً عبادت ہے، ٹیکس نہیں

دراصل ایسے لوگ جو زکوۃ کی شرعی حیثیت میں غلط فہمی یا مغالطے کا شکار ہیں وہ زکوۃ کو ایک قسم کا ٹیکس سمجھتے ہیں جس میں حکومت وقت کو اپنی ضروریات اور حالات و ظروف کے مطابق کمی بیشی کا حق ہوتا ہے۔ (طلوع اسلام کے اداریہ نویس نے بھی زکوۃ کا خود ساختہ مفہوم اس کو ٹیکس سمجھتے ہوئے ہی بیان کیا ہے) حالانکہ زکوۃ ٹیکس نہیں عبادت ہے ۔ بنا بریں اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے زکوۃ کی تعبدی شان کا سمجھنا بڑا ضروری ہے۔
چند امور پر غور کرنے سے زکوۃ کی تعبدی حیثیت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ مختصراً وہ امور درج ذیل ہیں۔

○ جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بُنِیَ الاسلامُ عَلٰی خمسٍ ان میں کلمہ توحید کے بعد حج، نماز، روزہ اور زکوۃ ہے اور ان چاروں ارکان کی شرعی حیثیت عبادت کی ہے ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاسکتی۔

○ قرآن میں بیشتر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ کا بھی ذکر ہے قرآن بار بار اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ وَاٰتوا الزّکوٰۃ کی بھی تلقین کرتا جس سے صاف واضح ہے کہ اس کی نظر میں زکوۃ بھی اسی طرح عبادت ہے جس طرح نماز۔

○ خلافت صدیقی میں صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع منکرین زکوۃ کے ارتداد اور واجب القتل ہونے پر ہوا۔ اور ان سے کافروں کی طرح جنگ کی گئی ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا گیا۔ اگر زکوۃ کی حیثیت ٹیکس کی ہوتی تو ٹیکس کے انکار سے کوئی مسلمان کافر اور واجب القتل نہیں ہوتا۔ دراں حالیکہ صحابہ کرامؓ نے ان مانعینِ زکوۃ کو بالا جماع مرتد قرار دیا اور ان سے جنگ کی۔

○ زکوۃ صرف مسلمانوں پر فرض ہے اسلامی قلمرو میں بسنے والے کافروں پر نہیں حالانکہ اگر یہ ٹیکس ہوتا تو بلا تفریق مسلم و کافر اسلامی قلمرو میں بسنے والے ہر شخص پر یہ عائد ہوتا۔ نہ کہ صرف مسلمانوں پر اس سے واضح ہے کہ زکوۃ عبادت ہے جس کا مکلف ہی مسلمان ہے۔

○ قرآن نے زکوۃ کی وہ مدّات بھی بیان کردی ہیں جہاں زکوۃ صرف کی جائے گی اور وہ آٹھ مصارف ہیں ان کے علاوہ کسی جگہ زکوۃ خرچ نہیں کی جاسکتی۔ اور کسی حکومت کو بھی حتی کہ نبی اکرمؐ کو بھی اس میں تبدیلی کا مجاز تسلیم نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ ٹیکس ہوتا تو اس کے مصارف متعین نہ ہوتے ہر حکومت کو حق حاصل ہوتا کہ وہ اپنی صوابدید اور ضروریات کے مطابق جس طرح چاہے خرچ کرے جس طرح عموماً ٹیکسوں میں ہوتا ہے۔

○ علاوہ ازیں زکوۃ کے لئے جو شرعی الفاظ مستعمل ہیں وہ بجائے خود اس کی عبادتی شان کے مظہر ہیں۔ زکوۃ تزکیہ سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ زکوۃ۔ زکوۃ ادا کرنے والے کے جان و مال کا تطہیر کا سبب ہے۔ جس طرح کہ احادیث میں اس کی وضاحت آتی ہے اس کے لئے دوسرا لفظ صدقہ ہے جو بکثرت زکوۃ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا (توبہ : ۱۰۳)

اے نبیؐ آپ ان کے مالوں سے صدقہ (زکوۃ) لے کر ان کے مالوں کو اور ان کے نفوس کا تزکیہ کردیں۔ ظاہر ہے کہ صدقہ اسی کو کہتے ہیں جو محض اللہ کے لئے اجر و ثواب کی نیت سے ادا کیا جائے۔ اور یہ اجر و ثواب کی نیت ہی اس کے عبادت ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ ٹیکس کو نہ کسی نے کبھی صدقے سے تعبیر کیا ہے نہ اس کی ادائیگی میں اجر و ثواب کی نیت ہی ہوتی ہے۔ پھر یہ بات بھی نہیں کہ ٹیکس کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ نہ آتا ہو اور الفاظ کی تنگ دامانی کی وجہ سے ٹیکس کو زکوۃ سے تعبیر کردیا گیا ہو۔ بلکہ ٹیکس کے لئے عربی میں عام طور پر "ضریبہ" (جمع ضرائب) بولا جاتا ہے۔ اس سے اجتناب ہی اس بات کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے کہ ٹیکس (ضریبہ) اور ہے اور زکوۃ اور ہے بہر حال مذکورہ امور سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ زکوۃ اسی طرح ایک عبادت ہے جس طرح روزہ ' حج ' نماز اور دیگر عبادات ہیں اور جس طرح عبادات کی ہیئت (کیفیت و کمیت) میں تبدیلی کا کوئی مجاز نہیں اسی طرح شرح زکوۃ میں بھی کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر ان سب سے بڑھ کر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ چودہ سو سال سے امت مسلمہ زکوۃ ادا کرتی رہی ہے۔ بڑے بڑے انقلاب آئے ' حالات و ظروف بدلے ' لیکن تغیر حالات سے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا کہ زکوۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کر دی جائے۔ حالات صرف آج ہی نہیں بدلے یہ تو بدلتے ہی آئے ہیں۔

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

لیکن ان کے ساتھ ساتھ اگر اسلامی احکام کے بھی بدلنے کی اجازت ہوتی ' جس طرح کہ آج کل کے متجددین کی سعی اور خواہش ہے تو مذہب اسلام میں وہ تبدیلیاں کبھی رونما ہوچکی ہوتیں جن کے لئے آج یہ متفکرین و متجددین پیچ و تاب کھا رہے ہیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ